ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۵ اپریل ۱۹۵۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلے اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ فَیُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی یَبْعَثَکَ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(متفق علیہ)

ترجمہ :۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مرتا ہے ۔ تو (قبر کے اندر) صبح اور شام اس کا ٹھکانہ اس کو دکھایا جاتا ہے ۔ یعنی جنتی کو جنت اور دوزخی کو دوزخ دکھائی جاتی ہے ۔ اور اس سے کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانا تو اس کا انتظار کر اس وقت تک کہ خدا تجھ کو قیامت کے دن اٹھا کر وہاں بھیجے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَالُ لَہٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّۃِ فَیَرٰھُمَا جَمِیْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْکَافِرُ فَیُقَالُ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَہٗ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَسْمَعُھَا مَنْ یَلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَفْظُہٗ لِلْبُخَارِیِّ۔

ترجمہ ۔ انسؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ کو اس کی قبر کے اندر رکھ دیا جاتا ہے ۔ اور لوگ واپس ہوتے ہیں تو مُردہ جانے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی محمدؐ کی نسبت کیا کہتا تھا ۔ پس مومن بندہ جواب میں کہہ دیتا ہے کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ محمدؐ خدا کے بندے اور خُدا کے رسول ہیں ۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ تو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں جس کو خدا نے بدل دیا ہے ۔ اور اس کے بدلے تجھ کو جنت میں جگہ دی گئی ہے ۔ پس مُردہ دونوں جگہوں (یعنی دوزخ اور جنت) کو دیکھتا ہے اور جو مُردہ منافق یا کافر ہوتا ہے ۔ اس سے بھی یہی پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کی نسبت کیا خیال رکھتا تھا ۔ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا ۔ اور جو لوگ کہتے تھے ہیں وہی کہہ دیتا تھا ۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے ۔ تو نے عقل سے نہیں پہچانا اور نہ قرآن شریف کو پڑھا ۔ یہ کہہ کر اس لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے ۔ کہ اس کے چیخنے چلانے کی آواز سوائے جنوں اور آدمیوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِی الْقَبْرِ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ یُقَالُ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(متفق علیہ)

ترجمہ :۔ براء بن عازب کہتے ہیں ۔ کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت قبر کے اندر مسلمان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے اس ارشاد کا یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ یعنی ثابت و قائم رکھتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، مضبوط و محکم طریقہ پر ثابت رکھنا دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں منقول ہے کہ فرمایا آپؐ نے کہ آیت یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت عذاب قبر کے بیان میں نازل ہوئی ہے (چنانچہ جب قبر کے اندر مردے سے) کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَغَ اِلٰی کُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَلْقِہٖ مِنْ خَمْسٍ مِّنْ اَجَلِہٖ وَعَمَلِہٖ وَمَضْجَعِہٖ وَاَثَرِہٖ وَرِزْقِہٖ

(رواہ احمد)

ترجمہ ۔ ابوالدرداؓ سے روایت ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند نے اپنے ہر ایک بندے کے متعلق پانچ باتوں سے فراغت حاصل کر لی ہے (یعنی ان پانچ باتوں کو اس کی تقدیر میں لکھ چکا ہے) اس کی موت (یعنی عمر) اس کا (نیک و بد) عمل اس کے رہنے کی جگہ اس کی واپسی کی جگہ اور اس کا رزق۔

عَنْ مَطَرِ بْنِ عُکَامِسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضَی اللّٰہُ لِعَبْدٍ اَنْ یَّمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَہٗ اِلَیْھَا حَاجَۃً (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ مطر بن عکامس سے روایت ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب خداوند تعالےٰ کسی شخص کی موت کو کسی زمین میں مقدر کر دیتا ہے تو اس زمین کی طرف اس کی حاجت کو بھی پیدا کر دیتا ہے ۔ تاکہ وہ وہاں جانے پر مجبور ہو اور وہاں جا کر موت کا شکار ہو ۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُجَالِسُوْا اَھْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوْھُمْ۔

(رواہُ ابوداؤد)

ترجمہ :۔ عمرؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قدریوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے (کسی معاملہ) میں محاکمہ چاہو۔

خدام الدین خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم
لاہور رجسٹریشن ۹/۲۱۳۶۱-۳ مئی ۱۹۵۶ء
پشاور رجسٹریشن T.B.C. ۲۴۸۱/۲۷۳-۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
سالانہ چندہ گیارہ روپے
ششماہی چھ روپے
فی پرچہ ۳ آنے
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

جلد ۳ | ۵ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۵۸ء | شمارہ نمبر ۹

بین الاقوامی یوم الجزائر

ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلباء کی مختلف انجمنوں نے طلباء سے اپیل کی ہے کہ وہ الجزائری قوم پرستوں پر فرانسیسی مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء کو بین الاقوامی یوم الجزائر منائیں۔ اس تجویز سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ یہ تجویز طلباء کی انجمنوں کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ کام سیاسی جماعتوں کا ہے۔ ہماری سیاسی جماعتیں تو اس وقت انتخابات جیتنے کے لئے جوڑ توڑ میں مصروف ہیں۔ ان کو الجزائری قوم پرستوں کے دکھ درد کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ وہ تو ہوس اقتدار میں سب سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

اب ہم اصل تجویز کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ پاکستان میں یوم الجزائر منایا گیا تھا۔ لاہور میں اس موقعہ پر جو کچھ ہوا۔ اس کی صدائے بازگشت ابھی تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے۔ ۲۴ اپریل کو جو کچھ ہونے والا ہے۔ اس کا اندازہ بھی گذشتہ واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان سب تلخ کاموں کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو ہمیں اس موقعہ پر یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم الجزائری قوم پرستوں کی مؤثر طریقہ سے کس طرح امداد کر سکتے ہیں۔ مغربی درندے احتجاجوں سے ماننے والے نہیں۔ ان کو منوانے کے لئے یا تو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے یا پھر تجارتی، سفارتی اور دیگر ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے جائیں

ظاہر ہے کہ یہ دونوں اقدامات حکومت ہی کر سکتی ہے۔ لیکن ہماری حکومت ان دونوں میں سے کوئی کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہم نے پہلے بھی کئی بار حکومت سے یہ عرض کیا ہے کہ فرانس سے تجارتی معاہدہ کی تجدید نہ کی جائے۔ مگر ہر بار ہماری آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی ہمیں اپنے الجزائری بھائیوں سے پوری ہمدردی ہے۔ ہم بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم ان کے لئے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اے اللہ! تو ان کی قربانیوں کو قبول فرما اور انہیں جلد از جلد آزادی کی نعمت عطا فرما۔ آمین یا الہ العالمین۔

اقبال ڈے

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے آج سے بیس سال قبل ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کے دن داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت سے لے کر اب تک برصغیر ہند و پاکستان میں ۲۱ اپریل کو اقبال ڈے منایا جاتا ہے۔ دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے۔ جلسے ہوتے ہیں۔ اقبال کے پیغام پر مقالے پڑھے جاتے ہیں۔ تقریریں ہوتی ہیں۔ اس سال چونکہ ۲۱ اپریل کو عیدالفطر ہونے کا احتمال تھا۔ اس لیے اقبال ڈے ۲۱ اپریل کے بعد منایا گیا۔

اقبال ڈے حکومت کی طرف سے منایا جاتا ہے۔ اور پبلک کی طرف سے بھی۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نہ حکومت نے اور نہ پبلک نے اقبالؒ کے کلام کی قدر کی۔ بلکہ اس کے کلام کو محض دماغی عیاشی اور محفل آرائی کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اقبالؒ نے قوم کو کتاب و سنت کا پیغام دیا۔ لیکن قوم نے اقبال کے اشعار ریڈیو اور مشاعروں میں تو جھوم جھوم کر سنے مگر عملاً کتاب و سنت کا مضحکہ اڑایا۔ اقبالؒ نے قوم کے اندر عشق رسول کی روح پھونکنی چاہی لیکن قوم نے انگریز کی ہر ادا کو اپنایا اور سنت رسولؐ کی مخالفت کی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات میں اقبال ڈے منانے کا کیا فائدہ ہے۔ یہ تو نشستند و گفتند و برخاستند والا ہی معاملہ ہوا۔

ہم حکومت اور عوام دونوں سے مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ خدارا اقبالؒ کے کلام کی مخالفت کر کے ان کی روح کو نہ تڑپایئے۔ اقبال جو کچھ کہہ گیا ہے۔ اس میں قوم کے لئے روح پرور پیغام ہے۔ اگر قوم اس کے پیغام کو اپنا کر اس پر عمل پیرا ہو جاتی۔ تو اس میں اقبال اور قوم دونوں کا بھلا تھا۔ قوم بام عروج پر پہنچ جاتی اور اقبالؒ کے درجات بلند تر ہو جاتے ہمیں یقین ہے کہ اگر عمال حکومت اور عوام اقبالؒ کے صرف ایک شعر پر بھی عمل کر لیتے تو پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ بن جاتا۔ مثال کے طور پر چند اشعار عرض خدمت ہیں ؎

(۱) آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

اگر ہم اس شعر پر عمل کر کے شمشیر و سناں سے لیس ہوتے تو آج کشمیر کا مسئلہ لاینحل نہ رہتا۔

(۲) اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اگر عوام اور حکام مندرجہ بالا شعر کو اپنا لیتے تو نہ آج رشوت کی گرم بازاری ہوتی اور نہ بلیک مارکیٹ سمگلنگ وغیرہ جرائم کی وجہ سے ہمارا معاشرہ برباد ہوتا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حکومت اور عوام کو اقبال کے پیغام کو اپنانے کی توفیق عطا فرماوے۔

سرخ نشان

اگر آپ کے نام اور پتہ کی چٹ پر سرخ نشان ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہونے والا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ یا تو چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیں یا وی پی بھیجنے کی ہمیں اطلاع دے دیں۔ خاموش رہنا اور پھر وی پی واپس کر دینا ایک دینی ادارے کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس سے آپ کو بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔



خطبہ یوم الجمعۃ ۱۴ر رمضان ۱۳۷۷ھ مطابق ۴ر اپریل ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا مولوی احمد علی صاحب مدظلہ العالی امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی ایک بہترین چیز محبت الٰہی ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں

پہلی ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ براہ راست محبت ہو جائے

دوسری اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کسی سے محبت رکھی جائے

پہلی قسم کا قرآن مجید میں ذکر خیر

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۗ) الآیہ (سورہ البقرہ رکوع ۲۰۔ پ ۲) ۔ **ترجمہ** اور ایسے لوگ بھی جنھوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں ۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں ۔ جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہیئے ۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی سی محبت اور کسی سے نہیں ہوتی

عربی دان حضرات بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ آیت میں اشد کا لفظ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ایماندار بندوں کی ایک ایسی قسم بھی ہے جن کے دل میں ساری دُنیا کی تمام دل لبھانے والی چیزوں اور تمام اعزہ و اقرباء حتیٰ کہ بیوی اور بچوں سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ غالب ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ میں اولاد تک کی محبت ان کے دل میں پہاڑ کے مقابلہ میں رائی کے دانہ جتنی بھی قیمت نہیں رکھتی ۔ اسی قسم کی محبت کا ظہور

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ

میں ہوا ہے ۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (سورہ الصّٰفّٰت ع ۳ پ ۲۳)

ترجمہ ۔ پھر جب وہ اس کے ہمراہ چلنے پھرنے لگا ۔ کہا اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں ۔ پس دیکھ تیری کیا رائے ہے ۔ کہا اے ابّا جو حکم آپ کو ہوا ہے کر دیجئے ۔ آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے ۔ پھر جب دونوں نے تسلیم کر لیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل ڈال دیا ۔ اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچا کر دکھایا ۔ بے شک ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں ۔

حاصل

یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے ۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب کو وحی الٰہی خیال کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو محبوب حقیقی کی رضا حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ یہاں تک کہ اسے ذبح کرنے کے لئے لٹا بھی دیا ۔ حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ سے یہ ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ”اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ“ والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہٗ کی رضا اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے سے حاصل ہو سکتی ہو تو اس کے لئے بھی بطیب خاطر تیار ہو جاتے ہیں ۔

دوسری عبرت

اسی مذکور الصدر واقعہ میں ایک دوسری عبرت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بھی عاشق ہوتے ہیں کہ اگر اپنے آپ کو ذبح کرانے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا تمغہ حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے ۔ اسی واقعہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو یہ جواب دیا کہ ابا جی اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اسے پورا کر دیجئے ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا میرے ذبح ہونے میں ہے تو مجھے اس سے کوئی انکار نہیں ہے ۔

جادوگروں کا واقعہ

بھی اسی محبت الٰہی کا مصداق ہے ۔

قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ۝ قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا ۖ فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (سورہ طٰہٰ رکوع ۳ پ ۱۶)

ترجمہ ۔ (فرعون نے) کہا کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ۔ بے شک یہ تمہارا

سردار ہے۔ جس نے تمہیں جادو سکھایا۔ سو اب تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا۔ اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا ہم میں سے کس کا عذاب سخت اور دیر تک رہنے والا ہے۔ کہا ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان کھلی ہوئی نشانیوں کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آ چکی ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ سو تو کر گزر جو تجھے کرنا ہے تو صرف اس دُنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔ بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ ہمارے گناہ معاف کرے اور جو تونے ہم سے زبردستی جادو کرایا اور اللہ بہتر اور سدا باقی رہنے والا ہے۔

حاصل.

یہ ہے کہ جادوگروں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ اتنا زوردار پیدا ہو گیا ہے کہ وقت کا جابر اور قاہر بادشاہ پھانسی دینے کی دھمکی دے رہا ہے اور وہ بڑی خوشی سے اس کے چیلنج کو منظور کر رہے ہیں کہ جو تیرا دل چاہے تو کر گزر۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ہرگز تعلق توڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ شعر

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جادوگروں کے دل

میں اللہ تعالےٰ کی محبت کا یہ جذبہ انعامات الٰہیہ میں سے ایک خصوصی انعام ہے اپنے فضل سے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

قرآن مجید میں صحابہ کرام کے اندر محبت الٰہی کے اس جذبہ کے پائے جانیکا ذکر

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۔

(سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ۲۱) ترجمہ

اور جب مومنوں نے فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے۔ جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہو گئی۔ ایمان والوں میں ایسے آدمی بھی ہیں۔ جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا۔ اسے سچ کر دکھایا۔ پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں۔ اور (انہوں نے) عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ ان آیات کے حاشیہ پر فرماتے ہیں "یعنی پکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری کا جذبہ اور ان کا یقین اللہ اور رسول کے وعدوں پر اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے۔ جن کی خبر اللہ اور رسول نے پہلے دے رکھی تھی۔ اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (بقرہ رکوع ۲۶) اور سورہ ص میں جو مکیہ ہے۔ فرمایا تھا۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ (ص رکوع ۱) (پھر آگے مولانا فرماتے ہیں) یعنی منافقین نے جو عہد کیا تھا۔ پچھلے رکوع میں گذر چکا (وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ) اسے توڑ کر بے حیائی کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے۔ ان کے برعکس کتنے پکے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھلایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ اور رسول کو جو زبان دے چکے تھے۔ پہاڑ کی طرح اس پر جمے رہے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے۔ یعنی جہاد ہی میں جان دے دی۔ جیسے شہداء بدر و احد جن میں سے حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت مشہور ہے اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا موقعہ نصیب ہو۔ بہر حال دونوں قسم کے مسلمانوں نے (جو اللہ کی راہ میں جان دے چکے اور جو مشتاق شہادت ہیں) اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے۔

حاصل

آیات سابقہ کی تفسیر سے یہ چیز روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی محبت کا وہ درجہ عطا فرمایا تھا۔ جس کی بنا پر وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لئے ہر وقت آمادہ و تیار رہتے تھے۔ ان حضرات کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کے اس جذبۂ صادق کی تعریف فرما رہے ہیں۔

یہ نعمت عظمیٰ

کسی پیغمبر کے عام صحابہ کرام کو نصیب نہیں ہوئی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان حضرات کے صحابہ کرام میں سے کوئی اکا دکا آدمی مل جائے

خیر امۃ

اسی سبب سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو قرآن مجید میں خیر امۃ کا لقب دیا گیا ہے (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) الآیہ سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پ۴) ترجمہ تم سب امتوں میں سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔

قرآن مجید میں دوسری قسم کی محبت کا ذکر

ع۱

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا

شُکُوْرًا ۝ (سورۃ الدھر رکوع ۱ پ ۲۹)

ترجمہ اور اللہ کی محبّت کے باعث مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (یہ کہتے ہیں) سوائے اس کے نہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیئے کھلاتے ہیں۔ تم سے بدلہ اور شکرگزاری نہیں چاہتے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے محتاج بندوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان سے کسی معاوضہ یا زبانی شکریہ بھی نہیں چاہتے بلکہ محض اللہ تعالےٰ کو راضی رکھنے کے متمنی ہیں۔

۲

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (سورہ لقمٰن رکوع ۲ پ ۲۱)

ترجمہ :- اور اگر تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک بنائے۔ جس کو تو جانتا بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ مان اور دُنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے پیش آ اور ان لوگوں کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہوگئے پھر تمہیں لوٹ کر میرے ہی پاس آنا ہے۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کرتے تھے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیئے ماں باپ کی خدمت کرو۔

۳

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ الاٰیہ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۲ پ ۲)

ترجمہ یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے مُنہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبّت میں رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے۔

حاصل

یہ نکلا کہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی محبّت کی بنا پر رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں مسافروں اور سوال کرنے والوں اور گردنوں کے چھڑانے میں مال صرف کرے۔ خدمت تو ان لوگوں کی کرے گا اور ثابت یہ کرنا چاہے گا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی بڑی محبّت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبّت کی متعلقہ احادیث

پہلی

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْاَرْضِ ۝ (رواہ مسلم)

ترجمہ :- ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک جب اللہ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے جبرئیل کو بُلاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے بیشک میں فلاں کو دوست رکھتا ہوں۔ پس تو بھی اسے دوست سمجھ۔ آپؐ نے فرمایا پھر جبرئیل اسے دوست سمجھتا ہے پھر آسمان میں اعلان کر دیتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ بیشک اللہ فلاں کو دوست رکھتا ہے۔ پس تم بھی اس سے دوستی رکھو۔ پھر اسے آسمان والے دوست سمجھتے ہیں۔ پھر اس کی قبولیت زمین پر بھی لائی جاتی ہے۔ اور جب کسی بندے کو اللہ مبغوض سمجھتا ہے۔ جبرئیل کو بُلاتا ہے پھر فرماتا ہے۔ بیشک میں فلاں کو مبغوض سمجھتا ہوں۔ پس تم بھی اسے مبغوض سمجھو آپؐ نے فرمایا پھر اُسے جبرئیلؑ مبغوض سمجھتا ہے۔ پھر آسمان والوں میں اعلان کر دیتا ہے بیشک اللہ فلاں کو مبغوض سمجھتا ہے۔ پس تم بھی اسے مبغوض سمجھو آپؐ نے فرمایا پھر سب اسے مبغوض سمجھتے ہیں۔ پھر اس کے متعلق بغض زمین پر لایا جاتا ہے (یعنی زمین والے بھی اسے بُرا ہی خیال کرتے ہیں۔

زمین پر حُبّ اور بغض

کا جو ظہور ہوتا ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جس سے محبّت ہو۔ زمین پر رہنے والوں میں سے سب اللہ والے اسے اچھا سمجھیں گے اور ان کے دل میں بے ساختہ غیبی طور پر اس شخص کی محبت آ داخل ہوگی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا ہوگا۔ زمین پر رہنے والے اللہ والوں کے دل میں اس شخص کے متعلق بے ساختہ نفرت کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ جس طرح انسان کا وجود گرمی اور سردی کو زبانی اطلاع دیئے بغیر خود بخود محسوس کرتا ہے اسی طرح اللہ والوں کے دلوں میں قبولیّت الٰہی یا بغض الٰہی کا بلا اطلاع ہی اثر آ جاتا ہے۔

دوسری

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ (رواہ مسلم)

ترجمہ :- ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ قیامت کے دن فرمائے گا۔ کہاں ہیں وُہ جو میری تعظیم کے سبب سے آپس میں محبّت رکھنے والے تھے۔ آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ جس دن کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اللہ واسطے کی محبّت

کا مطلب یہ ہے کہ اس دوستی میں کسی قسم کی دُنیاوی ملاوٹ نہ ہو۔ مثلاً نہ تو کاروبار میں شراکت ہے۔ نہ رشتہ داری ہے نہ کوئی رشتہ لینا یا دینا ہے۔ نہ کسی اور دنیاوی غرض کی کوئی طمع ہے۔ محض اس لیئے دوستی کا تعلّق ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ

کا نیک بندہ ہے۔ اس کی صحبت میں بیٹھنے یا آنے جانے کا تعلق رکھنے میں ہمیں ہدایت ہوگی اور گمراہی کے کاموں اور گمراہ کن مجلسوں میں شرکت سے بچ جائیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس

تیسری

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ قَالَ وَیْلَکَ وَ مَا اَعْدَدْتَّ لَھَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرْحَھُمْ بِھَا (متفق علیہ) **ترجمہ**

انسؓ سے روایت ہے۔ بے شک ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ تیرے لئے افسوس ہے۔ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کی۔ میں نے اس کے لئے اور کوئی تیاری نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول کو دوست سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم اُس کے ساتھ ہوگے۔ جس کو دوست سمجھتے ہو۔ انسؓ نے کہا۔ میں نے مسلمانوں کو کبھی نہیں دیکھا تھا کہ اسلام لانے کے بعد خوش ہوئے ہوں۔ جیسا کہ آپؐ کے اس (آخری) فقرے سے خوش ہوئے تھے۔

چونکہ صحابہ کرامؓ کے دل میں

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی محبت کا جذبہ تھا۔ اس لئے بڑے خوش ہوئے کہ ہمیں بفضل خدا قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

محبت کی نشانی

یہ ہوتی ہے کہ محب اپنے محبوب کی کبھی نافرمانی نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے صحابہ کرام کو یہ نعمت نصیب تھی کہ حضورؐ انور کے حکم کی تعمیل کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے تھے۔ اور موت سے ذرہ بھر نہیں ڈرتے تھے ان کا نظریہ یہ تھا کہ جان جائے تو جائے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا کا تمغہ ہاتھ سے نہ جائے۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اسی مذکور الصدر آئینے میں اپنا منہ دیکھ لے۔ وما علینا الا البلاغ

چوتھی

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَا ھُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَھَا فَوَ اللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (رواہ ابوداؤد) **ترجمہ :-**

عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے بندوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں۔ نہ وہ پیغمبر ہیں اور نہ شہید ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں ان کے مرتبے کے سبب سے قیامت کے دن انبیاء اور شہدا بھی ان کی ریس کرینگے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ ہمیں خبر دیجئے وہ کون لوگ ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ بسبب محبت اللہ کے (یعنی ان کی آپس میں دوستی محض للّٰہی محبت کی بناء پر تھی) آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ اور نہ کوئی مال کا لین دین تھا۔ پس اللہ کی قسم ہے۔ بیشک ان کے منہ البتہ نور ہوں گے۔ اور تحقیق وہ اوپر نور کے ہونگے۔ جب لوگ ڈریں گے۔ وہ نہیں ڈریں گے۔ اور جب لوگ غم کھائیں گے۔ وہ غم نہیں کھائیں گے۔ اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ جو اوپر ذکر کی جا چکی ہے "خبردار بیشک اللہ کے دوست (جو ہوں گے) ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

پانچویں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِھَادُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ (رواہ احمد) **ترجمہ**

ابی ذرؓ سے روایت ہے۔ کہا ہم پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں سب عملوں میں سے سب سے پیارا کون سا عمل ہے۔ کسی نے کہا نماز اور زکوٰۃ اور کسی نے کہا جہاد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے ہاں سب عملوں میں سے سب سے پیارا عمل اللہ کے لئے دوستی رکھنا اور اللہ ہی کیلئے کسی سے بغض رکھنا ہے۔

یعنی

اگر کسی سے دوستی رکھے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے رکھے۔ اگر کسی سے دشمنی رکھے تو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی رضا حاصل کرنے کے لئے رکھے۔ مثلاً ایک اجنبی آدمی سے محض اس لئے دوستی رکھے کہ وہ توحید پرست ہے۔ مشرک نہیں ہے۔ اس کے دل میں ایمان ہے۔ جس کے سبب سے اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد کو بڑے شوق سے مانتا ہے۔ اور اس پر حتی الوسع عمل بھی کرتا ہے اور باقاعدہ نماز پڑھتا ہے۔ اور ہر رمضان شریف کے روزے بالالتزام رکھتا ہے۔ اور ایک قریبی رشتہ دار سے محض اس لئے ناراضگی ہے۔ اور اس سے میل جول نہیں ہے کہ وہ پکا بے دین ہے۔ نہ نماز پڑھتا ہے۔ نہ رمضان شریف کے روزے رکھتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے دیندار بندوں پر مذاق کرتا ہے۔ غرض کہ اس کے دل میں شریعت اسلامی کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ اس اجنبی دیندار سے محبت رکھنے اور اس قریبی بے دین رشتہ دار سے قطع تعلق کرنے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا۔ کیونکہ اس نے جس سے رشتہ جوڑا تو اللہ کی رضا کے لئے جوڑا اور جس سے توڑا تو اللہ کی رضا کے لئے۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمان بھائی بہنوں کو اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور لحد قبر تک اسی مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

حدیث کا انکار دراصل قرآن کا انکار ہے

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلا آ رہا ہے اس کی بیخ کنی کے لئے کئی بد نصیب نا عاقبت اندیش انسان اپنی اپنی تحریکیں چلا رہے ہیں ۔ ان تحریکوں میں ایک تحریک انکار حدیث بھی ہے ۔

منکرین حدیث کا عقیدہ

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ منصب نبوت و رسالت کے اعتبار سے نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں ۔ بلکہ نبی مسلمانوں کا امیر جماعت اور ناظم ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت ہے ۔ جیسے ہر زمانہ میں امیر کی اطاعت واجب ہوتی ہے ۔ اسی طرح نبی بھی اپنے زمانہ میں امیر اور حاکم ہوتا ہے ۔ اسی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب اور لازم ہوتی ہے ۔ باقی نبی ہونے کی حیثیت سے نبی کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں صرف اللہ کا حکم واجب العمل ہے ۔ ان الحکم الا للہ ۔ سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں ۔

از انوار العلوم رجب ۱۳۷۱ھ

امت کا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر آج تک آپ کی امت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آفتاب نبوت و رسالت ہے آپ کا وجود مسعود سارے جہان کے لئے رحمت ہے لہٰذا آپ کی حدیث اور سنت امت کے لئے حجت اور مشعل ہدایت ہے ۔ آپ کی حدیث پر ایمان لانا اور آپ کی سنت پر عمل کرنا موجب نجات دارین ہے اور آپ کی حدیث کے تسلیم کرنے سے انکار کرنا کفر ہے ۔ اگر انبیا علیہم السلام کے اقوال اور افعال حجت نہ ہوتے تو نبی کو نہ ماننے والے کافر ہی نہ ہوتے ۔ حالانکہ قرآن مجید میں انبیا علیہم السلام پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کہا گیا ہے ۔

پہلی شہادت :۔ قولہ تعالیٰ : وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ٥ (سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پ ۲۲)

ترجمہ :۔ کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد کوئی اختیار نہیں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ کا ماننا فرض ہے اور جس نے اللہ اور رسول کے حکم کو نہ مانا وہ کھلم کھلا گمراہ ہوا ۔

دو فیصلوں کا ماننا

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مومن مرد اور عورت کو دو فیصلوں کا ماننا لازمی اور فرض ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور ان دونوں فیصلوں میں دراصل کوئی اختلاف نہیں ہو گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرماتے وقت اصول وہ استعمال فرمائیں گے ۔ جو قرآن مجید میں ہیں اور فیصلہ کی تفصیل آپ کی زبان مبارک سے برآمد ہو گی ۔ جسے ہم حدیث پیغمبر سے تعبیر کرتے ہیں ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور انور کی حدیث پر عمل کرنا مسلمان کا جزو ایمان ہے ۔

دوسری شہادت

قولہ تعالیٰ : يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ٥ سورہ نسا رکوع ۸ پارہ ۵

ترجمہ :۔ اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اس طرح کرو جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں یعنی جو اس کا مطلب فرمائیں اسے تسلیم کرو اور جس طرح عمل کریں اس طریقہ پر عمل کرو منکرین حدیث کو اس فرمان الٰہی میں غور کر کے اپنا ایمان درست کر لینا چاہیئے ۔

تیسری شہادت :۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥ سورۃ النسا رکوع ۹ پارہ ۵

ترجمہ :۔ سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں ۔ پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی [illegible] نہ پائیں ۔ اور خوشی سے قبول کریں ۔

حضور انور کا پانچ طریقوں سے اتباع

برادران اسلام غور کیجئے کیا دربار الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کا حکم نہیں ہو رہا اور کیا رسول اللہ کا فیصلہ ماننا فرض عین نہیں قرار دیا گیا ۔ اور کیا رسول اللہ کا فیصلہ ایمان کی بنیاد قرار نہیں دیا گیا اور کیا اس آیت میں رحمۃ للعالمین کے فیصلہ نہ ماننے والوں کو بے ایمان نہیں کہا گیا ۔ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تہ دل سے ماننا ضروری قرار نہیں دیا گیا ۔

منکرین حدیث توبہ کریں

منکرین حدیث کے نزدیک منصب نبوت کے اعتبار سے نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں اور نہ منصب نبوت کی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب ہے ۔" ماخوذ از انوار العلوم ص۲۵ رجب ۱۳۷۱ھ

منکرین حدیث سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اس عقیدہ سے توبہ کریں کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں ہے اور نہ منصب نبوت کے لحاظ سے اس کی اطاعت واجب ہے کیا اب بھی اپنے آپ کو آپ متبع قرآن اور مومن بالقرآن کہہ سکتے ہیں ۔ اب تو آپ کو میرے عنوان مضمون پر جو اس خطبہ کے ابتدا میں لکھا گیا ہے ۔ یقین آ گیا ہو گا کہ حدیث پر عمل کرنے سے انکار کرنے والا ، دراصل قرآن مجید پر عمل کرنے سے انکاری ہے ۔

چوتھی شہادت

قولہ تعالیٰ ، وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ٥ (سورۃ النسا رکوع ۹ پ۵)

ترجمہ :۔ اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے ۔

حاصل یہ نکلا کہ ہم نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبروں کو یہ اعزاز عطا فرمایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے اپنی عبادات ، اپنے معاملات ، حتیٰ کہ کھانے پینے ، اٹھنے بیٹھنے ، سونے جاگنے ، شادی ، غمی ، نکاح طلاق ، کمانے خرچ کرنے وغیرہ سب چیزوں میں پیغمبروں کے طریق کار کو اپنے لئے نمونہ بنائیں ۔

کیا اب بھی کہہ سکتے ہو کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں اور نہ منصب نبوت کی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب ہے ۔

از انوار العلوم ص۲۵ رجب ۱۳۷۱ھ

پانچویں شہادت

قولہ تعالیٰ ، مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ سورۃ نسا رکوع ۱۱ پارہ ۵

ترجمہ :- جس نے رسول کی تابعداری کی ۔ اس نے اللہ کی تابعداری کی ۔

منکرین حدیث سے عرض کرتا ہوں کہ اس آیت کے مضمون کو دل کی آنکھیں کھول کر دیکھیں کیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری نہیں کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری خود اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے کیا اب بھی منکرین حدیث اپنے باطل عقیدہ سے باز نہ آئیں گے ۔ کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں ہے ۔

چھٹی شہادت

قولہ تعالےٰ ، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ ... تا ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ :- البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے ۔

حاصل یہ نکلا کہ خدا پرستوں ، قیامت کے دن پہ ایمان رکھنے والوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہترین نمونہ ہے ۔ یعنی خدا پرستوں کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کے تمام اعمال میں رحمۃ للعالمین کا نمونہ اختیار کریں ۔ اللہ تعالےٰ سے قیامت کے دن جب یہ لوگ ملیں گے تو ان سے راضی ہوگا کیونکہ ان لوگوں نے اپنی زندگی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمونہ پہ ڈھال رکھی تھی ۔

منکرین حدیث غور کرکے دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کتنی بلند ہے کہ آپ کے اتباع کے سوا نجات ہی نہیں ہوگی ۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید کے اتباع کا حکم فرمایا اور اتباع قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش قدم پہ چلنے میں محدود فرما دیا ۔

ساتویں شہادت

قولہ تعالےٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۔ سورۃ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ :- اور نہ وہ (رسول) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے ۔ یہ تو وحی ہے جو اس پہ آتی ہے ۔

نتیجہ

اللہ تعالےٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں ۔ وہ اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے آپ پہ القاء کیا جاتا ہے ۔

فرق فقط اتنا ہے کہ وحی متلو (جو پڑھ کر سنائی گئی) ہو اسے قرآن کہا جاتا ہے اور جو وحی غیر متلو (جو پڑھ کر سنائی نہیں گئی ۔ بلکہ دل میں ڈالی گئی) ہو اسے حدیث کہتے ہیں ۔

عبرت

منکرین حدیث کے لئے اس میں عبرت ہے ان کا یہ کہنا کہ نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں ہے کس قدر غلط اور نبی کی توہین ہے ۔ اللہ جل شانہ تو نبی کے ہر فرمان کو اپنا فرمان فرمائیں کہ پیغمبر کی ہر بات دینی اور شرعی حیثیت رکھتی ہے اور منکرین اپنی جہالت اور بدقسمتی کے باعث اس کی مخالفت کریں ۔ نعوذ باللہ من ذالک ...

میدان محشر

منکر حدیث اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالےٰ کی مخالفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہی کرتے جائیں ۔ پھر سوچ لیں کہ میدان محشر میں ان کے حق میں کیا فیصلہ ہوگا اور کس مقام پہ بھیجے جائیں گے ۔

آٹھویں شہادت

قولہ تعالےٰ ، یود الذین کفروا ... سے حدیثا تک سورۃ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ :- جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور رسول کی نافرمانی کی تھی وہ اس دن آرزو کریں گے کہ زمین کے برابر ہو جائیں تو اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے ۔

حاشیہ شاہ عبدالقادر رح

تب (قیامت کے دن) منکر آرزو کریں گے کہ ہم انسان نہ ہوتے ۔ مٹی میں مل کر خاک ہو جاتے اے منکرین حدیث آپ نے دیکھ لیا ۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کے ماننے سے انکار اور اور پیغمبر کی سنت پہ عمل نہ کرنے سے کیا نتیجہ نکلا خدا کرے کہ اللہ تعالےٰ تمہیں گمراہی سے نکال کر راہ راست پہ لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ورنہ قیامت کے دن دست حسرت ملو گے اور دنیا کی زندگی کا گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا ۔ وما علینا الا البلاغ

نویں شہادت

قولہ تعالےٰ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸ ۔ ترجمہ رسول انہیں اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے ۔

ساری دنیا کا اتفاق

تمام بنی نوع انسان اس بات پہ متفق ہیں کہ ہر استاد کتاب کے الفاظ کو پیش نظر رکھ کر اس کی ایسی تفصیل اور تشریح کرتا ہے جس سے طالب علم کو کتاب کا مطلب سمجھ میں آ جائے اور بعض اوقات استاد کو عملی طور پہ وہ کام طالب علم کو کرکے بھی دکھانا پڑتا ہے تاکہ طالب علم پورے طور پہ اس کام سے واقف ہو جائے ۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو قرآن مجید کا مطلب زبانی بھی سمجھایا اسے مسلمان حدیث رسول کہتے ہیں اور بعض اوقات عمل بھی کرکے دکھایا جسے مسلمان سنت رسول کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ منکرین حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم قرآن مان کر آپ کی حدیث کا انکار کس طرح کرتے ہیں ۔

عقل چھن جاتی ہے

اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ بعض گناہوں کی شامت کے باعث انسان کی حس چھین لیتا ہے ۔ منکرین حدیث چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں ۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی عقل چھین لی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر ہر دور میں کروڑہا انسان جن چیزوں کی تصدیق اور تعمیل کرتے آئے ہیں ۔ انہیں یہ آج چودہویں صدی ہجری میں غیر مصدقہ اور ناقابل عمل قرار دے رہے ہیں ۔

دعا

اے اللہ ان منکرین حدیث کو گمراہی کے گڑھے سے نکال اور انہیں توفیق دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے تائب ہوں اور اصلی اور کھرے مسلمان ہو جائیں آمین یا الٰہ العالمین ۔ وما علینا الا البلاغ ۔

روزنامہ نوائے پاکستان لاہور ۲ مئی ۵۵ء

بیداری

(از جناب ابوالحسن صاحب قاسمی ناظم انجمن خدام ملت ملتان شہر)

مسلماں دینِ احمد سے ہوا ہے کس قدر عاری — جہاں کی عیش و عشرت سے محبت دیں سے بیزاری
نہ ہم میں عدلِ فاروقیؓ نہ ہم میں حلمِ عثمانیؓ — نہ ہم میں زورِ حیدرؓ ہے نہ ہم میں صدق گفتاری
نہ ہم میں ہے محبت کا نشاں اس دور میں باقی — نہ اخلاص و وفاداری نہ خدمت ہے نہ غمخواری

بتا اے نوجوان مسلم اسے کہتے ہیں بیداری

نہ ہم میں وہ حمیت ہے نہ غیرت ہے نہ خودداری — مسلماں کی سیاست بھی فقط ہے آج عیاری
نگاہیں دشمنوں کی پڑ رہی ہیں تیری عزت پر — مگر ناداں ابھی تک تو غریق و مست مے خواری
وہ قرآں جو ہماری زندگی کا پورا ضامن ہے — فقط اس سے لیا جاتا ہے اب کارِ حلف داری

بتا اے نوجوان مسلم اسے کہتے ہیں بیداری

مسلماں جو کہ دشمن سے بھی نیکی عام کرتا تھا — تجھے دشمن سے کچھ مطلب نہ اپنوں سے رواداری
تو غیروں کے معائب دیکھ کر نقاد بنتا ہے — کبھی اپنے معائب کی تجھے ہوتی خبرداری
گیا کشمیر جوناگڑھ نہ دکن پر رہا قبضہ! — مگر تیرے لئے کچھ بھی نہیں ہے یہ تباہ کاری

بتا اے نوجوان مسلم اسے کہتے ہیں بیداری

وہ ملت جو منافق رہنما ہے بے ضمیروں کو — مقدر ہو گیا اس قوم کا روزِ سیاہ کاری
دلوں میں سوز و ہمدردی نہیں ہے اب مسلماں کے — نہ سیرت ہے نہ صورت ہے نہ دنیا ہے نہ دینداری
زمانہ کے حوادث میں بہت ہی درسِ عبرت ہے — مگر افسوس بڑھتی جا رہی ہے پھر بھی بدکاری

بتا اے نوجوان مسلم اسے کہتے ہیں بیداری

وہ سنتالیس [۱۹۴۷] کا خونی ڈرامہ بھولنے والو — نہ للکارو عذاب کبریا کو ہے بہت بھاری
ہزاروں عصمتوں پر ظالمانِ ہند قابض ہیں — بتا اے نوجوان مسلم کہاں ہے تیری خودداری
سینما ہال جانا صد مبارک ہو تجھے مسلم — مگر وہ دیکھ مسجد رو رہی ہے تجھ پہ بیچاری

بتا اے نوجوان مسلم اسے کہتے ہیں بیداری

وہ افرنگی کیا مسمار جس نے کعبۂ اکبر — اسی انگریز کی تہذیب کا ہے تو گرفتاری
عجب ہے حال مسلم قوم کا اے قاسمی اب تو — نہ دیں سے پوری غداری نہ دیں سے ہے وفاداری

اگر خواہی سلامت قاسمی در دین و در دنیا
بقلبِ خویش پیدا کن ز عشقِ دین بیداری

تذکرۃ الاولیاء

حضرت سید آدم بنوری علیہ الرحمہ

از جناب محمد عبدالجلیل صاحب مدرس مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ

آپ حسینی سید ہیں آپ کی نانی اگرچہ سیدہ تھیں مگر چونکہ افغانستان کی رہنے والی تھیں۔ اس لیئے افغانی سمجھی جاتی تھیں۔ وطن اصلی قصبہ مودہ تھا۔ لیکن سرہند کے قریب قصبہ بنور میں سکونت اختیار کر لی تھی آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ والد ماجد نے خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سینہ مبارک پر دست مبارک پھیرا کوئی چیز نکال کر والد صاحب کو مرحمت فرمائی اور حکم فرمایا کہ کھاؤ والد صاحب نے کھا لی۔ اسی شب استقرار حمل ہوا۔ حضرت آدم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ میرا وجود فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عطیہ مبارک سے ہے آپ مادر زاد ولی تھے آپ نے تعلیم ظاہری حاصل نہیں کی تھی۔ ایک روز ایک آواز سنی۔ آدم تم نے قرآن شریف کیوں نہیں پڑھا۔ حضرت آدم نے ہاتف غیبی کے جواب میں عرض کیا۔ خداوندا تو قادر مطلق ہے۔ اگر تو چاہے تو اسی وقت حافظ قرآن کر سکتا ہے چنانچہ فی الفور حفظ قرآن شریف کی دولت عطا ہو گئی۔ اس کے بعد علوم ظاہری کی تکمیل کی کسب معاش کے لیئے ابتداء میں فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جب جذبہ عشق نے متوالا کیا تو ملازمت چھوڑ دی۔ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت حاجی خضر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ مجددیہ میں شامل ہو گئے مگر لطف الٰہی اور فضل خداوندی سے تھوڑے ہی دنوں میں وہ حالات اور مقامات پیش آئے جن کی رہنمائی شیخ کے احاطۂ تکمیل سے خارج تھی۔ حضرت شیخ حاجی خضر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو حضرت مجدد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیج دیا۔ اب ایک گوہر عالی ماہر ترین جوہری کی نظر انتخاب سے سرفراز ہوا۔ تھوڑے عرصہ میں مراتب تکمیل حاصل کر کے خرقۂ خلافت زیب تن کیا اور شیخ کامل کے مقصود اعظم اور نصب العین مقدس کی تعمیل میں مشغول ہو گئے۔ قادری چشتی سہروردی شطاری اور مداری سلسلوں میں اجازت تلقین حاصل کی۔ دنیا نے آپ کو خلیفۃ الزمان اور قطب الاقطاب تسلیم کیا۔

مولانا بدر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں پابندی سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مخالفت بدعات طریقہ مجددیہ کا خاص امتیاز ہے۔ حضرت آدم قدس اللہ سرہ العزیز اس امتیاز خصوصی میں نرالی شان کے مالک تھے۔ آپ کی توجہ سے ہزاروں طالبانِ حق درجۂ ولایت پر پہنچے۔ آپ کی خانقاہ عالیجاہ میں ایک ہزار سے زیادہ طالبان طریقت کا اجتماع رہتا۔ حضرت شیخ کا لنگر ان کے دو وقتہ طعام کا متکفل تھا۔ (بحوالہ خزینۃ الاصفیاء) حضرت شیخ کے خاص مقربین میں سے ایک صاحب شیخ فتح محمد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ قحط ہوا۔ غلہ گراں ہو گیا۔ مصارف خانقاہ میں دشواری پیش آئی خدام خانقاہ نے حضرت شیخ سے فکر کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ نے ایک مٹکے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس میں کچھ غلہ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا منہ بند کر دو۔ اور اس کی تلی میں سوراخ کر کے اونچی جگہ رکھ دو اور بقدر ضرورت اس کی تلی کے سوراخ میں سے غلہ لیتے رہو۔ انشاء اللہ برکت ہوگی چھ ماہ متواتر غلہ اسی طرح لیا جاتا رہا اور صرف ہوتا رہا چھ ماہ کے بعد جب قحط کا زمانہ ختم ہو گیا مٹکے کا منہ کھولا گیا تو اس میں جتنا غلہ پہلے تھا اتنا ہی اب بھی تھا۔ (بحوالہ خزینۃ الاصفیاء علمائے ہند کا شاندار ماضی صفحہ ۲۵۶)

اتباع سنت کی برکت تھی کہ آپ کو بشارت دی گئی کہ جو آپ کے طریقہ میں داخل ہوگا مرحوم و مغفور ہوگا۔ قیامت کو علم سبز اور سنہری کمری آپ کو عنایت ہوگا۔ آپ کے متوسلین اس کے زیر سایہ آرام ہوں گے۔ یعنی جس جانفشانی سے آپ شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طریقہ سے مریدین اتباع نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیش نظر رکھیں۔ آپ کی مجلس نمائش و شہرت سے پاک ثروت و دولت سے بے نیاز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی درسگاہ تھی۔

امراء دولت سے گفتگو اور ملاقات کے وقت آپ کی بے نیازی نمایاں طور پر کارفرما ہوتی تھی۔ بڑے بڑے امراء آپ سے کلام کرتے وقت مرعوب ہو جاتے تھے۔ آپ گفتگو بہت کم کرتے تھے آپ کا کلام ہمیشہ نصیحت آمیز ہوتا تھا۔ اور رسمی تکلفات سے قطعاً معرا و مبرا ہوتا تھا۔ ۱۰۵۲ھ میں آپ شاہجہان کے حکم سے حج بیت اللہ کے لیئے تشریف لے گئے۔ جس کی تفصیل اس روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ جس کو حضرت عالی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انفاس العارفین میں بروایت اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی اور وہ بروایت اپنے مرشد حضرت مولانا سید عبداللہ صاحب خلیفہ خاص حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیخ آدم قدس اللہ سرہ العزیز کی شہرت بہت زیادہ ہوئی تو شاہ جہان نے علامہ سعداللہ اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کو بھیجا کہ شیخ آدم رح سے ملاقات کریں جب یہ دونوں ارکان دولت حضرت شیخ کی قیام گاہ پر پہنچے۔ تو حضرت شیخ مراقبہ میں مشغول تھے۔ کافی دیر تک دروازہ پر انتظار کرتے رہے۔ جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو یہ دونوں صاحب زاویہ شیخ میں داخل ہوئے۔ حضرت شیخ نے ان کی رسمی تعظیم کچھ بھی ادا نہ کی۔ علامہ سعداللہ نے فوراً اعتراض کر دیا کہ میں دنیا دار ہوں میری تعظیم ضروری نہ تھی۔ مگر مولانا عبدالحکیم صاحب ایک عالم ہیں۔ ان کی تعظیم تو کرنی ضروری تھی۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ احادیث میں ہے کہ علماء کرام دین کے امانت دار اسی وقت تک ہیں۔ جب تک بادشاہوں سے اختلاط نہ کریں۔ اور بادشاہوں سے اختلاط کے بعد وہ ڈاکو ہو جاتے ہیں پھر علامہ سعداللہ نے پوچھا۔

باقی صفحہ ۲۰ پر

جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ جب میں روضۂ مبارک (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حاضر ہوا۔ تو مکاشفہ میں دیکھا کہ ہر محدث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نور کی زنجیر متصل ہے۔ اس مکاشفے سے بھی محدثین کا قرب ظاہر ہوتا ہے انہیں اشتغال درود و حدیث کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مناسبت ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا درود شریف کے متعلق ایک قول

عن عمر بن خطاب قال ان الدعاء موقوف بين السماء والارض لا يصعد منه شیء حتی تصلی علی نبيك صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ - یعنی دعا زمین اور آسمان کے درمیان اس وقت تک ٹھہری رہتی ہے۔ جب تک آنحضرت پر درود شریف بھیجا جائے۔ (بغیر واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کا قبول ہونا مشکل ہے۔)

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے اس قول کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین طریقہ یہ ہے۔ کہ دعا سے پہلے اور دعا کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔ یہ دو انجن دعا میں لگ جائیں گے تو گاڑی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔ اگر ایک انجن ہے تو ممکن ہے کہ چڑھائی پر گاڑی کو مشکل پیش آئے

دھوکہ باز سفیروں سے بچیں

مذہبی اداروں اور یتیم خانوں سے ہمدردی رکھنے والے حضرات کو بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ پیچھے آٹھ دن شکایات موصول ہو رہی ہیں۔ کہ بعض جعل سازوں نے جعلی رسید بکیں چھپوا رکھی ہیں اور وہ ہمارے مدرسہ کی شہرت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مدرسہ جامع مسجد گنبد والی کا پنجاب کو سفیر ظاہر کر کے چندہ وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ آج تک ہم نے اپنے مدرسہ کا کوئی سفیر مقرر نہیں کیا اور دوست از خود دستی یا بذریعہ منی آرڈر مدرسہ کی معاونت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے تمام احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ان دھوکہ باز سفیروں اور جعلی اداروں سے بچیں۔

از عبد اللطیف غفرلہ مہتمم مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد گنبد والی جہلم

خیالات حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم بزبان خود

پیش کردہ از جناب الحاج عبدالرحمٰن صاحب بی اے بی ٹی پرنسپل خدمت؟ [illegible] کالج

انسانی طبیعت کی یہ عالمگیر کمزوری ہے کہ جب تک کہ وہ ایک نعمت سے محروم نہیں ہو جاتا۔ اس کی قدر و قیمت کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتا۔ تم گنگا کے کنارے بستے ہو۔ اس لئے تمہارے نزدیک زندگی کی سب سے زیادہ بے قدر چیز پانی ہے۔ لیکن اگر یہی پانی چوبیس گھنٹے تک میسر نہ آئے تو تمہیں معلوم ہو جائے اس کی قدر و قیمت کا کیا حال ہے۔ یہی حال فطرت کے فیضان جمال کا بھی ہے۔ اس کے عام اور بے پردہ جلوے شب و روز تمہاری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں۔ اس لئے تمہیں ان کی قدر و قیمت محسوس نہیں ہوتی صبح اپنی ساری جلوہ آرائیوں کے ساتھ روز آتی ہے۔ اس لئے تم بستر سے سر اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ چاندنی اپنی ساری حسن افروزیوں کے ساتھ ہمیشہ نکھرتی رہتی ہے۔ اس لئے تم کھڑکیاں بند کر کے سو جاتے ہو۔ لیکن جب یہی شب و روز کے جلوہ ہائے فطرت تمہاری نظروں سے روپوش ہو جاتے ہیں، یا تم میں ان کے نظارہ و سماع کی استعداد باقی نہیں رہتی تو غور کرو اس وقت تمہارے احساسات کا کیا حال ہوتا ہے۔ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر چیز زندگی کی ایک بے بہا برکت اور معیشت کی ایک عظیم الشان نعمت تھی۔ سرد ملکوں کے باشندوں سے پوچھو جہاں سال کا بڑا حصہ ابر آلود گزرتا ہے۔ کیا سورج کی کرنوں سے بڑھ کر بھی زندگی کی کوئی مسرت ہو سکتی ہے؟ ایک بیمار سے پوچھو جو نقل و حرکت سے محروم بستر مرض پر پڑا ہے وہ بتائے گا کہ آسمان کی صاف اور نیلگوں فضا کا ایک نظارہ راحت و سکون کی کتنی بڑی دولت ہے؟ ایک اندھا جو پیدائشی اندھا نہ تھا نہیں بتا سکتا ہے کہ سورج کی روشنی اور باغ و چمن کی بہار دیکھے بغیر زندگی بسر کرنا کیسی ناقابل برداشت مصیبت ہے۔ تم [illegible]

زندگی کی مصنوعی آسائشوں کے لئے ترستے ہو۔ اور خیال کرتے ہو کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت چاندی سونے کا ڈھیر اور جاہ و حشم کی نمائش ہے۔ لیکن تم بھول جاتے ہو کہ زندگی کی حقیقی مسرتوں کا جو خوان سامان فطرت نے ہر مخلوق کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا کی دولت و حشمت کونسا سامان نشاط مہیا کر سکتی ہے۔ اور اگر ایک انسان کو وہ سب کچھ میسر ہو تو پھر اس کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے؟ جس دنیا میں سورج ہر روز چمکتا ہو۔ جس دنیا میں صبح ہر روز مسکراتی اور شام ہر روز پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو۔ جس کی راتیں آسمان کی قندیلوں سے مزین اور جس کی چاندنی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہو جس کی بہار سبزہ و گل سے لدی ہوئی اور جس کی فصلیں لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے گرانبار ہوں۔ جس دنیا میں روشنی اپنی چمک، رنگ اپنی بوقلمونی، خوشبو اپنی عطر بیزی اور موسیقی اپنا نغمہ و آہنگ رکھتی ہو۔ کیا اس دنیا کا کوئی باشندہ آسائش حیات سے محروم اور نعمت معیشت سے مفلس ہو سکتا ہے؟ کیا کسی آنکھ کے لئے جو دیکھ سکتی ہے اور کسی دماغ کے لئے جو محسوس کر سکتا ہو۔ ایک ایسی دنیا میں نامرادی و بدبختی کا گلہ جائز ہے؟ قرآن نے جا بجا انسان کو اسکی اسی کفران نعمت پر توجہ دلائی ہے۔

جمال معنوی

پھر فطرت کی بخشائش جمال کے اس گوشہ پر بھی نظر ڈالو کہ اس نے جس طرح جسم و صورت کو حسن و زیبائی بخشی اسی طرح اس کی معنویت کو بھی جمال معنوی سے آراستہ کر دیا۔ جسم و صورت کا جمال یہ ہے کہ ہر وجود کے ڈیل ڈول اور اعضا و جوارح میں تناسب ہے۔ معنویت کا جمال یہ ہے کہ ہر چیز کی کیفیت اور باطنی قوی [illegible] کیفیت کے اعتدال

سے خواص اور فوائد پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہی اعتدال ہے۔ جس نے حیوانات میں ادراک و حواس کی قوتیں پیدا کر دیں اور پھر انسان کے درجہ میں پہنچ کر جوہر عقل و فکر کا چراغ روشن کر دیا۔

کائنات ہستی کے اسرار و غوامض بے شمار ہیں۔ لیکن رُوح حیوانی کا جوہر ادراک زندگی کا سب سے زیادہ لاینحل عقدہ ہے۔ حیوانات میں کیڑے مکوڑے تک ہر طرح کا احساس و ادراک رکھتے ہیں اور انسانی دماغ کے نہاں خانہ میں عقل و تفکر کا چراغ روشن ہے۔ یہ قوتِ احساس، یہ قوتِ ادراک، یہ قوت عقل کیونکر پیدا ہوئی؟ مادی عناصر کی ترکیب و امتزاج سے ایک ماورائے مادہ جوہر کس طرح ظہور میں آ گیا؟ چیونٹی کو دیکھو اس کے دماغ کا حجم سوئی کی نوک سے شاید ہی کچھ زیادہ ہوگا۔ لیکن مادہ کے اس حقیر ترین عصبی ذرہ میں بھی احساس و ادراک محنت و استقلال، ترتیب و تناسب نظم و ضبط اور صنعت و اختراع کی ساری قوتیں مخفی ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنے اعمال حیات کی کرشمہ سازیوں سے ہم پر رعب اور حیرت کا عالم طاری کر دیتی ہے۔ شہد کی مکھی کی کار فرمائیاں ہر روز تمہاری نظروں سے گزرتی رہتی ہیں۔ یہ کون ہے جس نے ایک چھوٹی سی مکھی میں تعمیر و تحسین کی ایسی منتظم قوت پیدا کر دی ہے؟ قرآن کہتا ہے یہ اس لئے ہے کہ رحمت کا مقتضا جمال تھا اور ضروری تھا کہ جس طرح اس نے جمال معنوی سے دُنیا آراستہ کر دی ہے۔ اسی طرح جمال معنوی کی بخشائیشوں سے بھی اُسے مالا مال کر دیتی

بقائے انفع

لیکن کائنات ہستی کا یہ بناؤ یہ حُسن یہ ارتقا قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر اس میں خوبی کے بقا اور خرابی کے ازالہ کے لئے ایک اٹل قوت سرگرم کار نہ رہتی۔ یہ قوت کیا ہے؟ فطرت کا انتخاب ہے۔ فطرت ہمیشہ چھانٹتی رہتی ہے۔ وہ ہر گوشہ میں صرف خوبی اور بہتری باقی رکھتی ہے۔ فساد اور نقص محو کر دیتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس کارگاہ فیضان و جمال میں صرف وُہی چیز باقی رکھی جاتی ہے۔ جس میں نفع ہو۔ کیونکہ یہاں رحمت کارفرما ہے۔ اور رحمت چاہتی ہے کہ افادہ و فیضان ہو وہ نقصان و بربادی گوارا نہیں کر سکتی۔ تم سونا کٹھالی میں ڈال کر آگ پر رکھتے ہو۔ کھوٹ جل جاتا ہے۔ خالص سونا باقی رہ جاتا ہے۔ یہی مثال فطرت کے انتخاب کی ہے کھوٹ میں نفع نہ تھا۔ نابود کر دیا گیا سونے میں نفع تھا۔ باقی رہ گیا۔

بقیہ حضرت سید آدم بنوریؒ

صفحہ ۱۱ سے آگے :- نسب شما چیست۔ یعنی تمہارا نسب کیا ہے۔ حضرت شیخ نے جواب دیا سید ہوں۔ مگر چونکہ ناننہالی سلسلہ میں افغانوں سے رشتہ ہے۔ اس لئے افغان مشہور ہو گیا ہوں۔ علامہ سعد اللہ نے پھر دریافت کیا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ علم لدنی رکھتے ہیں۔ جواب ملا بے شک والحمدللہ اس کے بعد دونوں صاحب چلے آئے اور شاہجہاں سے کہا معمولی فقیر ہے۔ مگر متکبر ہے۔ لمبے چوڑے دعوے کرتا ہے افغان ہے خود کو سید کہتا ہے۔ اس کے باوجود افغانی معتقد ہیں۔ خطرہ ہے کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دے۔ شاہجہان نے متاثر ہو کر روانگی حجاز کا حکم صادر کر دیا۔ حضرت شیخ فوراً روانہ ہو کر سورت پہنچے۔ وہاں کا حاکم حضرت شیخ کا معتقد تھا۔ اس سے فرمایا تمہاری خدمت یہی ہے کہ ہمارے لئے فوراً جہاز مہیا کر دو۔ حضرت شیخ کی روانگی کے بعد شاہجہان نے خواب دیکھا کہ حکومت شاہجہان کا بقاء اسی وقت تک ہے جب تک شیخ آدمؒ ہندوستان میں ہیں۔ خواب سے متوحش ہو کر شاہجہان نے حاکم سُورت کے پاس حضرت شیخ کو روک لینے کا حکم بھیجا۔ مگر حضرت شیخ روانہ ہو چکے تھے۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی ص۲۹۷ تا ۲۹۹ بحوالہ انفاس العارفین ص۱۲ و ۱۴

حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اپنے نانا جان کی برکات کو حاصل کرنا شروع کر دیا۔ زیارت روضہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واپسی کا قصد کیا۔ اجازت کے لئے روضۂ انور پر حاضر ہوئے لیکن ایک عجیب و غریب واقعہ حضرت شیخ اور آپ کے رفقاء نے مشاہدہ کیا۔ وہ یہ کہ مرقد اطہر سے دو دست مبارک ظاہر ہوئے۔ حضرت شیخ نے بہزار شوق آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ بوسہ دیا۔ پھر حضرت شیخ کو بارگاہ رسالت سے بشارت دی گئی یَا وَلَدِیْ اَنْتَ فِیْ جِوَارِیْ۔ میرے فرزند تم میرے جوار میں رہو۔ حضرت شیخ نے اس مژدہ کے بعد ہندوستان کا خیال ہی ترک کر دیا۔ علماء ہند کا شاندار ماضی ص۳۶۲۔

مصافحہ کا یہ معاملہ حاضرین نے بھی دیکھا۔ بطور مکاشفہ یہ بھی بتایا گیا کہ جو شخص شیخ آدمؒ سے مصافحہ کرے گا۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنیوالا مغفور ہوگا۔ اس بشارت یا اس قیاس نے یہاں تک شہرت پائی کہ عوام الناس کی بھیڑ کے باعث حضرت شیخ کو مصافحہ کے لئے خاص انتظام کرانا پڑا۔ قیام مدینہ منورہ کا عزم کئے ہوئے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ کو مدینہ طیبہ میں وفات ہو گئی۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کے روضہ مبارک کے قریب دفن کئے گئے۔ روضہ مبارک کا سایہ حضرت شیخ آدمؒ کے مزار معدن انوار پر پڑتا رہتا ہے۔ زہے قسمت اولاد چار لڑکے دو لڑکیاں۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید غلام محمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز وطن میں رہے۔ شیخ محمد اولیاؒ اور شیخ محمد یحییٰؒ اور دونوں صاحبزادیاں ہمراہ تھیں۔ چوتھے صاحبزادے سید محسنؒ ۱۰۵۲ء میں بمقام گوالیار پیدا ہوئے۔ جبکہ حضرت شیخ آدمؒ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔

حضرت شیخ آدم صاحب کے کمالات و کرامات احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی مریدین کی تعداد ۴ لاکھ تک بتائی جاتی ہے جن میں بڑے بڑے اولیاء کبار و علماء کرام شامل ہیں۔ چند مشہور نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا سید عبداللہ صاحب مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی۔ والد ماجد حضرت ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلویؒ۔ (۲) حضرت مولانا سید علیم اللہ صاحبؒ جد امجد حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ ساتھی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ (۳) شیخ عبدالحق صاحبؒ (۴) شیخ سعدیؒ بنوری (۵) حضرت مولانا حاجی سعد اللہ صاحبؒ وزیرآبادی (۶) شیخ نور محمد صاحبؒ پشاوری (۷) شیخ محمد شریف صاحب (۸) شیخ حامد لاہوری (۱۰) حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ وغیرہ

انشاء اللہ العزیز آئندہ چند خلفاء کرام کے حالات پیش خدمت کروں گا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ تعمیل مشکل ہوگی۔

"مینیجر"

فیوضاتِ مدنیؒ

دارالاشاعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ قطب دوران مجدد زمان شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز کے علوم و معارف کی اشاعت کا شرف حاصل کرے۔ کتابی شکل میں اس تمام لٹریچر کی باترتیب اشاعت انشاءاللہ جلد شروع کی جائے گی۔ فی الحال حضرت کے علمی اور روحانی فیوضات کو خدام الدین کے ذریعہ مشتاقانِ معارف مدنی تک پہنچایا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ قبول فرماویں اور ان سے ہم کو راہ حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرماوے۔ پہلی قسط میں آپ کی وہ تقریر شائع کی جا رہی ہے جو درود شریف کے متعلق آپ نے فرمائی۔ یہ تقریر رسالہ سلطان العلوم دیوبند میں ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ کو شائع ہوئی تھی۔ اس تقریر سے ان شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ جو بعض لوگ پیدا کر رہے ہیں۔ کہ درود شریف کی فضیلت کی روایات اکثر موضوع ہیں۔ حالانکہ کسی روایت کا بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

خادم دربار مدنی - قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہٗ

درود شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

عن کعب ابن عجرۃ قال قلنا یا رسول اللہ ھذا السلام علیک قد علمنا فکیف الصلوٰۃ علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ○

ترجمہ - کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر سلام بھیجنا تو جان گئے (التحیات سے واقف ہو گئے) یہ فرمایئے کہ آپ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے (کیونکہ قرآن شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام دونوں بھیجنے کا حکم ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ پڑھو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے متعلق اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تمام عمر میں ایک دفعہ درود بھیجنا فرض ہے اگر تمام عمر میں ایک دفعہ بھی کسی شخص نے درود نہ بھیجا ہو تو معذب ہوگا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں تشہد کے بعد درود پڑھنا فرض ہے قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ اس قول میں امام شافعی منفرد (تنہا) ہیں کسی امام نے ہر نماز میں درود فرض نہیں قرار دیا۔ قاضی ایاضؒ کی اس بات پر امام نوویؒ (جوکہ شافعی المذہب ہیں) کو غصہ بھی آیا ہے۔

جس مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سننے پر درود بھیجنا واجب ہے اب آگے اس میں اختلاف ہے کہ ہر دفعہ درود بھیجنا واجب ہے یا ایک مرتبہ اس مجلس میں پڑھ لینا کافی ہے۔ بعض ہر دفعہ اسم مبارک (صلی اللہ علیہ وسلم) سننے پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور بعض ایک ہی دفعہ درود بھیجنا واجب قرار دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو بخیل قرار دیتے ہیں جو اسم مبارک سن لینے کے بعد درود نہ بھیجے۔

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتے ہیں۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی علی صلی اللہ علیہ عشراً۔ بعض صورتوں میں درود شریف بھیجنا مستحب ہے

خداوند کریم نے ایک جماعت ملائکہ ایسی مقرر فرما دی ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پہنچاویں۔ جس طرح ڈاکیہ خطوط پہنچاتا ہے۔

آل محمدؐ سے کون لوگ مراد ہیں

اس میں چھ قول ہیں (۱) من یتعلق من شخص (متعلقین) کو آل کہتے ہیں۔ اس لئے ازواج مطہرات اور بنی فاطمہ کی اولاد یا ازواج مطہرات اور مومنین بنی ہاشم کی اولاد یعنی جن لوگوں پر بنی ہاشم میں زکوٰۃ حرام ہے۔ وہ لوگ آل محمدؐ ہیں۔ یہ دو قول ہوئے۔

(۳) امام شافعیؒ کے نزدیک تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب آل محمدؐ ہیں۔

(۴) جمہور کا قول ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو شخص بھی پرہیزگار ہو۔ وہ آل محمد ہے۔

(۵) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تمام امت محمدیہ و امت اجابت آل محمدؐ ہے۔

(۶) صوفیاؒ میں سے شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ آل محمدؐ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سلوک کا وہ مقام حاصل کیا ہو۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف مکالمہ حاصل ہو۔

درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے

سوائے آنحضرتؐ کے اور کسی شخص کے لئے اجازت نہیں کہ صلوٰۃ کا لفظ دوسروں کے لئے استعمال کرے۔ البتہ تبعاً جائز ہے۔ جیسا صل علی محمد وعلی آل محمد یہاں آل محمد پر صلوٰۃ تبعاً ہے۔ اور پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک امت محمدیہ کے تمام متقی اور پرہیزگار افراد آل محمد ہیں۔ دیگر انبیاءؑ کو صلوٰۃ بھیجنی البتہ جائز ہے۔

اولی الناس لی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوٰۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن وہ ہوں گے جو مجھ پر زیادہ درود شریف بھیجتے ہیں۔ اس حدیث میں اوّل الناس سے مراد اقرب الناس ہے۔ کثرت درود کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مروت کا تقاضا یہ ہوگا کہ ایسے شخص کو اپنے قریب رکھیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ درود بھیجنے والے محدثین ہیں۔ کیونکہ ہر حدیث میں درود شریف پڑھنا



از جناب محمد شفیع عمر الدین سجاول

سلسلہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں خدام الدین ۱۱ر اپریل ۱۹۵۸ء

۲۴

منافقوں کی نماز اور ذکر

اللہ تعالےٰ نے منافقین کی نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۟ (النساء رکوع ۲۱ پ ۵) ترجمہ :- منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور وہی ان کو فریب دے گا۔ اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سُست بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ (حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ)

منافق اپنا نفاق اپنے سینوں میں چھپائے بیٹھے تھے۔ مگر یہ دھوکا بازی اللہ تعالےٰ کے حضور میں نہ چل سکی۔ ان دغا بازوں کے نفاق کا حال اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرما دیا۔ اور یہ دُنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں خسارہ اُٹھانے والے ہو گئے۔

ان کی نماز کا یہ حال ہے کہ اس عظیم الشان اور اہم ترین فریضہ کو بھی انہوں نے اپنی پالیسی کا آلہ کار بنا لیا۔ مسلمانوں کو دکھلانے کے لئے کہ ہم بھی ان جیسے مسلمان ہیں بڑے ٹوٹے دل اور بے رغبتی سے نماز میں شامل تو آکر ہوتے ہیں۔ مگر خلوص محبت اور شانِ عبودیت کی سپرٹ یکسر غائب ہے۔

ان کی بد ذوقی کی وجہ سے فجر اور عشا کی نماز اُن پر بڑی گراں گزرتی ہیں۔ کیونکہ ان دو اوقات میں مسلمانوں کے دیکھنے کا احتمال کم تھا اور دُوسرے یہ دونوں وقت نیند کے بھی ہیں۔ ان دقتوں کی نمازوں کو منافق ٹال دیتے۔ حدیث میں وارد ہے کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نمازوں سے زیادہ اور کوئی نماز گراں نہیں ہوتی۔ اگر انہیں ان کی فضیلت معلوم ہو جائے (اگر کسی عذر کے باعث چلنے کی طاقت نہ ہو تو اس ثواب کو حاصل کرنے کی غرض سے) سرینوں پر چل کر آئیں۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری۔ مسلم عن ابی ہریرۃ رضؓ)

ان دو نمازوں کو مسجد میں با جماعت ادا کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس شخص نے عشاء کی نماز با جماعت پڑھی۔ اس نے گویا نصف شب تک عبادت کی۔ اور جس نے نماز صبح با جماعت ادا کی اس نے گویا ساری رات عبادت کی۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم عن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)

انکی دوسری ذلیل حرکت یہ ہے کہ صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے نمائشی طور پر نماز پڑھتے ہیں۔ صرف نمائشی دیندار ہیں۔ اپنی نماز سے غافل ہیں اور دکھاتے یہ ہیں کہ یہ نماز پڑھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں تقرب الٰہی کا ذرہ بھر خیال نہیں۔ ان کے دلوں کا اللہ تعالےٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ التجا و زاری اور تضرع سے اللہ اللہ نہیں کرتے۔ منافقوں کو ایسی نماز سے کیونکر فائدہ حاصل ہو سکتا ہے ؎

گر در نماز دیدۂ دل نیست بر رخش
مقبول نیست ابنِ یمیں ایں نماز ما

یعنی اگر نماز میں حضور قلب حاصل نہ ہو اور قلب متوجہ الی اللہ نہ رہے تو ابن یمین کہتا ہے ہماری ایسی نماز قبول نہ ہو گی

ریا کاروں اور نمود و نمائش کی نماز پڑھنے والوں کے لئے سورۂ ماعون میں آیا ہے کہ "پھر ان نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں"۔ ان کا نظریہ اپنے مولیٰ کو خوش کرنا نہیں صرف مخلوق کی واہ واہ مطلوب ہے

شیخ سعدیؒ نے ایک زاہد کا ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ بادشاہ کا مہمان ہوا۔ تو کھانا کم کھایا اور جب نماز کو کھڑا ہوا تو تو معمول سے زیادہ طویل پڑھی۔ گھر واپس آکر جب کھانا طلب کیا تو عقلمند بیٹے نے کہا۔ ابا جان! کھانا پیٹ بھر کھا لیجئے اور نماز بھی دوبارہ پڑھ لیجئے۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ حضرت ابی سعیدؓ کہتے ہیں کہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا خبردار کیا تم کو ایک اور بات نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا (وہ خطرناک چیز) شرک خفی ہے۔ آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور زیادتی کرتا ہے نماز میں (یعنے لمبے چوڑے ارکان ادا کرتا ہے) محض اس لئے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔ (مشکوٰۃ رواہ ابن ماجہ)

نیز حدیث میں آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں شرکاء کے شرک سے بیزار ہوں۔ (یعنی جس طرح اور شرکاء شرکت پر راضی ہیں اس طرح میں شرکت پر راضی نہیں۔ بلکہ میں شرکت سے بیزار ہوں۔ جو شخص کوئی ایسی (عبادت) کرے جس میں میرے ساتھ دُوسرے کو شریک کرے۔ میں اس کو اور اس کے شریک دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ میں اس شخص سے بری ہوں۔ وُہ شخص یا اس کا عمل اسی کے لئے ہے۔ جس کے لئے وہ عمل اس نے کیا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم عن ابی ہریرۃؓ)

الحاصل ریاکاروں کے عملوں سے ذات باری تعالےٰ بیزار ہے۔ ریاکار ذلیل اور رسوا ہوتا ہے۔ دکھلاوے کی عبادت شرک ہے اور وہ قابلِ قبول نہیں۔ ہمیں اللہ تعالےٰ سے التجا کرتے رہنا چاہیئے کہ ہمیں ذات پاک منافقانہ روش سے بچائے ہمیں اخلاص کی توفیق عطا کرے۔ آمین

حضرت احمد بن عاصم انطاکی قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا۔ حضرت اخلاص کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اخلاص یہ ہے۔ کہ جب تو کوئی عمل کرے تو تیری یہ خواہش ہرگز نہ ہو کہ لوگ تجھے اس عمل کے ساتھ یاد کریں۔ یا یہ عمل تیری طرف منسوب کریں۔ اور تو ثواب کا طالب صرف اللہ تعالےٰ سے ہو۔ (نفحات الانس)

کلید در دوزخ است آں نماز
کہ در چشم مردم گزاری دراز

مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب مولانا احمد رضا صاحب ایم اے فاضل دیوبند لکھنؤ)

قسط سوم

رسولؐ کی اطاعت کا وجوب

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر تھے لیکن بشر کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ رسول کی حیثیت سے مطاع تھے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورۃ النسا رکوع ۸ پ۵)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی

مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۃ النسا رکوع ۹ پ۵)

ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ علیہم (سورہ النسا رکوع ۹ پ۵) **ترجمہ**

جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ جن کو اللہ نے انعام دیا۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء رکوع ۱۱ پ۵) ترجمہ

جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (سورۃ الحشر رکوع ۱ پ۲۸) — **ترجمہ**:۔ رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو۔ اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ (سورہ النسا رکوع ۲۰ پ۵) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی۔

مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پ۲۲) **ترجمہ**۔ کسی مومن اور مومنہ کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کریں۔ تو اس فیصلہ کو رد کرنے کا اختیار ہو۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔

مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا (سورۃ النسا رکوع ۲ پ۴) **ترجمہ**:۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدود سے باہر ہو جاتا ہے اللہ اس کو جہنم میں داخل کرتا ہے۔

مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (سورہ الانفال رکوع ۲ پ۹) **ترجمہ**:۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (سورۃ الحجرات رکوع ۲ پ۲۶) **ترجمہ**:۔ بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر انہوں نے شک نہیں کیا۔

چنانچہ آپؐ کو حکم تھا کہ "شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ" (کام میں لوگوں سے مشورہ کرو) روایتوں میں ہے کہ آپؐ ایسے تمدنی معاشرتی اور سیاسی امور میں جن میں اجتہاد کو دخل ہوتا تھا۔ صحابہ کرامؓ سے بکثرت مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور صحابہ جن میں حضرت عمرؓ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں آپ کی ذاتی رائے سے اختلاف بھی کرتے تھے۔ اور بعض اوقات آپؐ اپنی رائے پر ان کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ صرف نبی کی حیثیت سے آپ کی اطاعت واجب تھی ورنہ منصوص احکام میں مشورہ اور اختلاف کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔

ربیع الاوّل میں پیدائش کے وقت آپ محض ایک بشر تھے۔ لیکن چالیس برس کی تربیت کے بعد رمضان میں حامل قرآن ہو کر آپ ایک واجب الاطاعت رسول کی حیثیت سے ظاہر ہوئے۔ جن کی شان یہ تھی۔

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم رکوع ۱ پ۲۷)

ترجمہ:۔ رسول اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا۔ یہ (قرآن) وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

عملی نمونہ کی ضرورت

اللہ تعالےٰ کو یہ قدرت تھی کہ وہ فرداً فرداً ہر شخص پر وحی کے ذریعہ سے اپنے احکام نازل کر دیتا۔ اس صورت میں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا علم تو ضرور ہو جاتا۔ لیکن کوئی عملی نمونہ اور اسوہ حسنہ موجود نہ ہوتا۔ حالانکہ انسانی فطرت ہر تعلیم کے عملی نمونہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم اپنے مخاطب میں عمل کا جوش پیدا نہیں کر سکتی۔ اگر اس کے ساتھ کوئی عملی نمونہ نہ ہو۔ اگر داعی اپنی دعوت پر عامل نہ ہو تو وہ اپنی دعوت کو قابلِ عمل بھی نہیں ثابت کر سکتا اور کسی کو اپنا ہمخیال نہیں بنا سکتا۔ بلکہ ایسا داعی زبان حال سے یہ پیغام دیتا ہے کہ میری باتیں عمل کے لئے نہیں صرف کہنے کے لئے ہیں اور میری طرح تم بھی منافق بن جاؤ۔ بے عمل ناصح اپنی بے عملی سے اپنی تکذیب آپ کرتا ہے۔ وہ کسی کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خیرات کی طرح اصلاح بھی گھر سے شروع ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ہر شریعت کسی رسول کے واسطے سے پہنچائی تاکہ وہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ اس کی عملی تشریح بھی کر دے جو مخاطبین کو اس کے اتباع پر آمادہ کرے۔

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ انسانوں کے لئے انسان ہی کے اعمال مثال بن سکتے ہیں۔ اس لئے یہ واسطہ (رسول) انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی جن یا فرشتہ نبی بنایا جائے تو انسان کو اس سے انس نہیں ہوگا۔ بلکہ مغائرت ہوگی۔ اور اس کی پیروی کی طرف رغبت نہیں ہوگی اگر اللہ تعالیٰ خود پیغمبر بن کر دنیا میں ظاہر

ہو۔ جیسا کہ بعض مذاہب کا عقیدہ ہے تو بھی یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی غیر انسان کے مکارمِ اخلاق انسانوں کے لیئے اسوۂ حسنہ نہیں بن سکتے۔ اس لیئے حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ انسانوں کے لیئے انہی میں سے کسی کو نبوت کے لیئے منتخب کرے

اگر صرف کتاب سے کام چل سکتا تو اللہ تعالیٰ کے لیئے کچھ مشکل نہ تھا کہ اسے کسی پہاڑ یا درخت پر نازل کرکے یا کسی اور ذریعہ سے انسانوں تک پہنچا دیتا لیکن اس صورت میں بھی عملی تفسیر مفقود ہوتی۔ ایسی کتاب صرف چند نظریات اور تخیلات کی پرواز ہوتی۔ حالانکہ اسلام دیگر مذاہب کے برخلاف صرف چند عقائد۔ توہمات اور رسم و رواج کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل پیغامِ عمل اور ضابطۂ حیات ہے جو تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد اور معاش و معاد پر مشتمل ہے اس لیئے کتاب کے ساتھ ایک ایسا رسول بھی لازمی ہے جو اس کی تمام تعلیم پر پورا عمل کرکے اپنے آپ کو دُنیا کے لیئے ایک نمونہ کی حیثیت سے پیش کرے جس سے صرف اس کی زندگی میں نہیں بلکہ قیامت تک اس حقیقت کا اظہار ہوتا رہے کہ قانونِ الٰہی پر عمل کرنا کسی طبقہ اور کسی دور کے انسانوں کے لیئے غیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان مقصد کے لیئے پیغمبر اسلام کو چن رکھا تھا كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ (میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور گارے کے درمیان تھا۔ یعنی اس کے پُتلے میں جان بھی نہیں پڑی تھی) آپ کی بعثت معاذاللہ عبث نہیں تھی۔ آپ صرف تلاوت آیات کے لیئے نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ مبلّغ کے علاوہ مبیّن۔ شارح معلّم اور مزکّی بھی بنائے گئے تھے۔ آپؐ کے فرائض منصبی یہ تھے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸) **ترجمہ** وہ (اللہ) وہ ہے جس نے اُمیوں میں سے ایک رسول انہی میں سے بھیجا۔ جو اس کی آیتیں پڑھ کر ان کو سناتا ہے اور ان کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور اللہ کے قانون اور (اس قانون کی) حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ النحل رکوع ۶ پ ۱۴)

ترجمہ۔ ہم نے یہ ہدایت آپؐ پر نازل کی تاکہ آپؐ لوگوں کو تفصیل سے سمجھائیں۔ جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور توقع ہے کہ وہ غور کریں گے۔

یہ سب کام آپؐ نے رسول کی حیثیت سے کیئے۔ یہ کہنا کہ آپؐ قرآن کی صرف تلاوت کے لیئے مبعوث کیئے گئے اور اس کی آیتیں سنانے کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی نہ صرف متعدد آیات قرآنی کا بالواسطہ غیر شعوری طور پر انکار ہے۔ بلکہ آپ کی تنقیص اور اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض ہے۔ کیونکہ آیتوں کا سنانا ہرگز اتنا اہم نہیں تھا۔ جس کے لیئے اتنا اہتمام کیا جاتا جو شخص عربی رسم الخط سے واقف ہو قرآن کی آیتیں پڑھ سکتا ہے خصوصاً اہل زبان عربوں کے لیئے کسی تلاوت کرنے والے کی ضرورت نہیں تھی۔ قرآن کسی وسیلہ سے ان کے حوالہ کر دیا جاتا اور وہ اسے خود پڑھ کر عمل کر سکتے تھے۔ آپ کی مصاحبت بھی غیر ضروری تھی۔ جس کے لیئے صحابہ کرامؓ نے اپنا آرام اور مال و جان قربان کرکے غلطی کی۔ نعوذ باللہ

قرآن میں رسول کی حیثیت سے آپؐ کی اطاعت کا حکم قیامت تک کے لیئے ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱) "بے شک تمہارے لیئے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے۔" جس سے یہ غلط فہمی رفع ہو جاتی ہے۔ کہ آپؐ نے رسول کی حیثیت سے قرآن کی صرف تلاوت کی اور باقی تمام کام امیر کی حیثیت سے انجام دیئے۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد امت کو آپؐ سے کچھ تعلق نہیں رہا۔

قرآن یقیناً ایک کامل کتاب ہے لیکن رسول سے علیحدہ ہو کر نہیں۔ کلام اللہ اور سیرت رسول اللہؐ لازم و ملزوم ہیں۔ اسی لیئے کلام اللہ میں ہر جگہ اسوۂ رسول کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ یعنی رسول ہی کی اطاعت پر اللہ کی اطاعت منحصر ہے۔ اگر رسول کی حیثیت سے آپ کا کام صرف قرآن سنانا تھا تو قرآن کی اطاعت کو رسول کی اطاعت نہیں کہا جا سکتا۔ اور أَطِيْعُوا اللّٰهَ کے بعد أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فضول ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

تراویح میں اور اس کے علاوہ حفاظ قرآن سناتے ہیں۔ لیکن قرآن پر عمل کرنے والے سامعین کو ان حفاظ کا مطیع نہیں کہا جا سکتا۔ اگر آپؐ اپنی زندگی میں صرف امیر کی حیثیت سے مطاع تھے۔ اور وفات کے بعد آپؐ کی اطاعت جائز نہیں تو حکم اطیعوا الرسول کی تعمیل کی اب کیا صورت ہے اور ہمارے لیئے آپؐ کی زندگی اسوۂ حسنہ کیونکر ہے؟ کیا یہ حکم منسوخ ہے؟ اگر رسول کی اطاعت غیر ضروری ہے تو اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم تحصیل حاصل ہے۔ کوئی اُمتی خواہ کتنا ہی جلیل القدر ہو رسول کا بدل نہیں ہو سکتا اور اولوالامر یا حکام وقت کو رسول کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے (EXAMPLE IS BETTER THAN PRECEPT) "یعنی نصیحت سے عملی نمونہ بہتر ہے" یہ ایک بدیہی بات ہے جس سے غالباً دنیا میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ عملی نمونہ کے بغیر اچھی سے اچھی نصیحت بیکار ہو جاتی ہے۔ لیکن عملی نمونہ لفظی نصیحت کے بغیر بھی کارگر ہوتا ہے۔ اس لیئے بعض مصلحین اور بزرگانِ دین زبان سے نصیحت کرنیکی بجائے صرف عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اور اصلاح میں خاطر خواہ کامیاب ہوتے ہیں۔ تعلیم و تربیت و اصلاح کے معاملہ میں یہ ایک ناقابلِ انکار اصول ہے۔ اسی بنا پر خدائے کریم و حکیم نے صرف لفظی تعلیم (قرآن) نازل کرنے پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک کامل مثالی انسان کو بطور نمونہ بھیجا۔ تاکہ اس کے نقش قدم پر چلنے سے تعلیم کا مقصد پوری طرح حاصل ہو۔ قرآن "قال اللہ" ہے اگر اسے "حال" کے رنگ میں پڑھنا ہے تو اس کے حامل کا اسوہ بھی سامنے ہونا چاہیئے۔ ان دونوں میں سے کسی کو نظر انداز کرنا غلط ہے۔ جس سے احتراز مناسب ہے۔ کیونکہ ایک کے بغیر دوسرے سے کامل استفادہ ممکن نہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (سورۃ الفرقان رکوع ۱ پ ۱۸) "برکت والا ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا۔ تاکہ وہ تمام جہانوں کو آگاہ کرے" یعنی قرآن اللہ کے ایک عبد کامل پر نازل ہو کر ہی تمام جہانوں کے لیئے

باقی بر صفحہ ۱۹

مردانِ خدا

از جناب عبدالرحیم جاوید الہ آبادی

کفر و ظلمت سے یہ ہر دم برسرِ پیکار ہیں — دین یزداں کے حقیقت میں علمبردار ہیں

شمع یادِ حق میں ہیں پروانہ صورت بیقرار — ماہتاب معرفت ان سے ہوا ہے نوربار

قلب مضطر ان کا یکسر مظہرِ انوارِ حق — آنکھ ان کی روز و شب ہے طالبِ دیدارِ حق

یہ ہیں خلقِ خدا میں رہنما و پیشوا — کشتیٔ دینِ محمدؐ کے یہی ہیں ناخدا

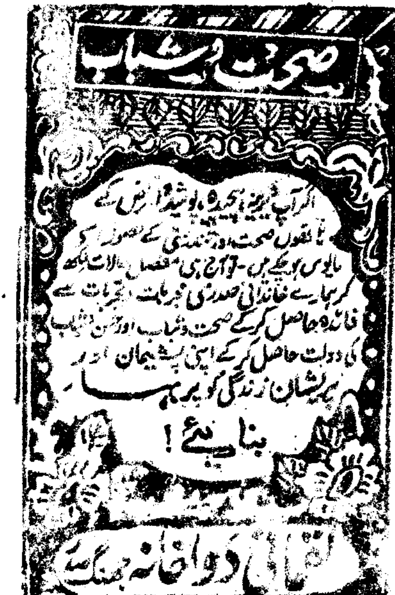
وقت کے دھارے کا رُخ پل میں بدل دیتے ہیں یہ — فتنۂ باطل کو دنیا میں کچل دیتے ہیں یہ

ہیں یہی پیغامِ حق دیتے تہِ تیغ جفا — سرفروشی زندگانی کا ہے انکی مدعا!

کیمیا یکسر بنے جس پر پڑے انکی نظر — ہو نہالِ خشک بھی اک پل میں نخلِ شاخ تر

محرمِ رازِ نہاں ہیں واقفِ اسرار ہیں! — یہ مئے توحید سے مخمور ہیں سرشار ہیں!

کامیابی دین و دنیا کی تجھے ہوگی عطا
ہاتھ میں تیرے ہو گر دامانِ مردانِ خدا



اعلان

مورخہ ۴ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء سے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کا داخلہ شروع ہو رہا ہے (درس نظامی وغیرہ)۔ سکولوں اور کالجوں کے لئے درس دینیات کا خاص انتظام ہے۔

بچوں کا صفحہ

حق ہمسائگی

★ —— ماسٹر نذیر احمد صاحب اول مدرس مدرسہ شیخ والمن تحصیل صادق آباد

عزیز بچو! اس دنیا میں ہر انسان ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے۔ اگر ایک بھوکا ہے تو دوسرے پر حق ہے۔ کہ اپنے کھانے میں سے اس کو بھی کھلائے اگر ایک بیمار ہے۔ تو جو تندرست ہو۔ وہ اُس کی تیمار داری کرے۔ اگر کسی پر مصیبت آئے تو دوسرا اُس کا شریک اور ہمدرد بنے۔

ایک دن صحابہ کرامؓ کے مجمع میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ کہ خاص دلنشیں انداز سے فرمایا ——!

"خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا" جان نثاروں نے پوچھا "کون یا رسول اللہ!" فرمایا وہ جس کا پڑوسی اُس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں"

ایک اور حدیث میں فرمایا "جو شخص خدا اور روز جزا پر اعتماد رکھتا ہے۔ وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے"۔ ایک اور موقع پر اس کو تقرب الٰہی کا ذریعہ ظاہر کیا۔ ارشاد فرمایا خُدا کے نزدیک ساتھیوں میں بہتر وہ ہے۔ جو اپنے ساتھیوں کے لئے بہتر ہے۔ اور پڑوسیوں میں بہتر وہ ہے۔ جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہے" دو صحابیہؓ تھیں۔ جن میں سے ایک رات بھر نماز پڑھا کرتیں دن کو روزے رکھتیں۔ صدقہ و خیرات بھی بہت کرتیں، مگر زبان کی تیز تھیں۔ زبان سے پڑوسیوں کو ستاتی تھیں۔ لوگوں نے اُن کا حال آپؐ سے عرض کیا۔ تو فرمایا اُن میں کوئی نیکی نہیں۔ ان کو دوزخ کی سزا ملے گی پھر صحابہ کرامؓ نے دوسری بی بی کا حال سنایا جو صرف فرض نمازیں پڑھ لیتیں۔ اور معمولی صدقہ دے دیتیں، مگر کسی کو ستاتی نہ تھیں، فرمایا یہ بی بی جنتی ہوگی"

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ۔

ایک سال حضرت عبد اللہؒ حج سے فارغ ہوکر خانہ کعبہ میں تھوڑی دیر کے لئے سوگئے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ خواب میں دو فرشتے آسمان سے اُترے ہیں ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کتنے لوگ حج کو آئے ہیں۔ دوسرے نے جواب دیا کہ ۶ لاکھ پہلے نے پوچھا کہ حج کتنے لوگوں کا مقبول ہوا، دوسرے نے کہا ان میں سے کسی کا بھی نہیں حضرت عبد اللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ سنا تو مجھے بڑا رنج ہوا کہ اتنے بندگان خدا ہر چہار طرف سے تکلیفیں اٹھا کر دور و دراز راستے طے کرکے یہاں آئے مگر ان کی یہ سب محنت اکارت گئی۔ پھر اُس فرشتے نے کہا کہ دمشق میں ایک موچی رہتا ہے جس کا نام علی بن موفق ہے۔ وہ اگرچہ حج کو نہیں آیا مگر حج اس کا مقبول ہوا ہے۔ اور ان سب لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اس کے طفیل بخش دیا حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے کہا کہ اب دمشق کی طرف چلنا چاہیئے۔ اور اس شخص کی زیارت سے مشرف ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میں دمشق پہنچا اور اس کا گھر تلاش کرکے اُسے آواز دی تو ایک شخص نکلا میں نے اس کا نام دریافت کیا تو اُس نے کہا علی بن موفق میں نے کہا مجھے آپ سے کچھ بات کہنی ہے۔ کہا فرمایئے۔ میں نے پوچھا آپ کیا کام کرتے ہیں کہا جوتیوں میں پیوند لگاتا ہوں۔ پھر میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ جس سے شدت تاثر کے باعث اُس شخص کی چیخ نکل گئی۔ میں نے کہا۔ آپ اپنے حالات بیان فرمایئے اس شخص نے کہا کہ تیس برس سے مجھے حج کی آرزو تھی۔ اور میں نے جوتیوں میں پیوند ٹانک ٹانک کر تین سو درہم جمع کئے تھے۔ اور اس سال حج کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایک دن میری بیوی نے جو حاملہ تھی۔ مجھ سے گوشت کی فرمائش کی اور کہا ہمسایہ کے گھر سے کھانے کی بُو آرہی ہے۔ آپ جاکر میرے لئے تھوڑا سا کھانا مانگ لایئے میں ہمسایہ کے گھر گیا تو اُس نے کہا کہ بھائی یہ کھانا تمہارے لائق نہیں میں نے تفصیل پوچھی تو اس نے کہا کہ سات روز سے ہم نے اور ہمارے بچوں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ آج ایک مرا ہوا گدھا مجھے مل گیا جس سے تھوڑا سا گوشت میں کاٹ لایا ہوں اور اس کو پکایا ہے۔ یہ سنتے ہی میں سناٹے میں آگیا اور مجھے اتنا رنج ہوا، جس کو میں بیان نہیں کرسکتا میں دوڑا ہوا گیا۔ اور وہ تین سو درہم لاکر اُسے دے دیئے۔ کہ لو اسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرو بس یہی ہمارا حج ہے۔ حضرت عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ روداد سن کر میں نے کہا فرشتے نے سچ کہا تھا۔

عزیز بھائیو ہمارے لئے یہ لازمی اور ضروری ہے کہ ہم اپنے پڑوسیوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں اور انہیں ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش و سعی کریں انہیں کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے اُن کا دل دُکھے ——!

بقیہ مظہر اتم صفحہ ۱۷ سے آگے۔
نذیر بنا۔ اگر فرقان کی "بجائے" عبد" کو نذیر مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ عبد اسی صورت میں نذیر بنا۔ جب کہ اس پر اللہ نے اپنا کلام نازل کیا۔ اور اس نے کلام کے مطابق زندگی بسر کرکے ہمیشہ کے لئے ایک عملی نمونہ پیش کر دیا۔ بات ایک ہی ہے اور قرآن اور حامل قرآن میں تفریق ممکن نہیں۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰیٓ اِلَیَّ (سورہ الاحقاف رکوع ۱ پ ۲۶) (مجھ پر جو وحی نازل کی جاتی ہے۔ میں اسی کا اتباع کرتا ہوں) کلام اللہ متن ہے اور سیرت رسول اس کی تفسیر۔ اول الذکر نقطہ ہے اور موخرالذکر دائرہ جس کا مدار نقطہ پر ہوتا ہے۔ ایک شجر ہے اور دوسرا ثمر۔ قرآن آپؐ کے اخلاق عالیہ کا آئینہ ہے اور آپؐ کی زندگی قرآنی اخلاق کا خزینہ۔ من تو شدم تو من شدی۔ (باقی آئندہ)

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷
فی پرچہ ۴ر

پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا